فلاح و خسران کا دینی تصوّر

سیّد محمد صمیم پاشا۔ ایم۔ اے (سیاسیات) سال آخر، کراچی یونیورسٹی

ذاتی اغراض اور گروہی مفادات سے بلند ہو کر اعلیٰ نصب العین اور ارفع منازل کی جانب بڑھنے والی تحریکوں کے لیے طویل اور مسلسل جد و جہد ضروری ہوا کرتی ہے۔ ایسی تحریکوں کے لیے اپنے مقصد سے گہرا لگاؤ اور اپنے نصب العین کے ساتھ کامل اخلاص ہی زادِ راہ بنتا ہے۔ آزمائش کے شدید ترین مراحل ہیں اور مصائب کی دشوار ترین گھاٹیوں سے گزرتے ہوئے بھی یہ تحریکیں اپنی منزل کو اوجھل نہیں ہونے دیتیں۔ خوف یا لالچ سے مرعوب ہو کر اپنے نصب العین سے اِغماض برتنا اُن کے نزدیک ہلاکت ہے اور اُصولوں سے انحراف نہ کرتے ہوئے بڑی سے بڑی قربانی دے جانا اُن کے لیے عین سعادت۔

کرۂ ارض پر انسانوں کا سب سے زیادہ ہمدرد اور ان کی خیر و فلاح کا خواہشمند انبیاء علیہم السّلام کا گروہ تھا۔ لیکن نوح علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تک انبیاء علیہم السّلام کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ انسانیت کے اِن محسنوں کی قیادت میں برپا ہونے والی تحریکوں نے شاذ ہی دنیوی غلبہ حاصل کیا ہے۔ کلام اللہ ایک جانب تو یہ بتاتا ہے کہ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا۔ "ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا ہے"۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ۔ "(اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہم تم سے پہلے بہت سی گزری ہوئی قوموں میں رسول بھیج چکے ہیں"۔ ——— لیکن دوسری طرف یہی قرآن بار بار دُھرا دُھرا کر انسانوں کی بدقسمتی کا تذکرہ یوں کرتا ہے کہ وَمَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ "کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اُن کے پاس کوئی رسول آیا ہو اور انہوں نے اُس کا مذاق نہ اُڑایا ہو"۔ وَلَقَدِ اسْتُھْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ۔ "تم سے پہلے بہت سے رسولوں کا مذاق اُڑایا گیا ہے"۔ وَلَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ۔ "تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں"۔

خدائے حکیم وعلیم کی دعوت میں نہ لچک تھی نہ لوچ تھا، نہ ابہام۔ انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنے فرائض کی ادائیگی میں نعوذ باللہ کبھی کسی مداہنت اور تساہل سے کام نہ لیا۔ ایک نہیں کئی طریقے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے اختیار کیے گئے۔ پیار و محبت سے راغب کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔ دلائلِ عقلیہ اور براہین و بیّنات سے سمجھایا بھی گیا۔ تنبیہہ اور انذار سے چونکایا بھی گیا۔ اور خدا کی مغضوب و مُعَذَّب قوموں کے انجام سے عبرت بھی دلائی گئی۔ لیکن اسلام کی دعوت ہمیشہ ہر حال میں کفر کے ساتھ مصالحت کے ہر شائبے سے پاک رہی۔

اس جدوجہد کی طوالت کا اندازہ لگانا ہمارے لیے مشکل ہے۔ بعض انبیاء علیہم السلام کی عمریں تو صدیوں پر محیط تھیں۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ دعوت حق پر لبیک کہنے والوں کی تعداد کبھی تو اتنی رہی کہ انگلیوں پر گن لی جائے تو کبھی اتنی کہ نبیؑ کے تمام ہی پیرو ایک ہی کشتی میں سما جائیں! حد تو یہ ہے کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ قیامت میں ہر نبی اپنی اُمت کے ساتھ اُٹھے گا اور بعض نبیوں کی اُمت میں صرف ایک ہی پیرو ہوگا۔

غور و فکر کے دائرے کو ذرا اور وسعت دیجیے۔ قرآن کریم میں ایسے کتنے انبیاءؑ کا ذکر ہے جو اللہ کے قانون کو اللہ ہی کی زمین پر غالب کرنے کے لیے مقامِ اقتدار تک پہنچ سکے؟ انگلیوں پر گننے کی ضرورت بھی تو نہیں۔ حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یوسفؑ اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے علاوہ بھی کوئی اور؟ مگر دوسری طرف اُن کا کوئی شمار بھی ہے جن پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ گئے، جنھیں سنگسار کر دیا گیا، جن کے سر قلم کر دیے گئے، جن کے مبارک جسموں کو لوہے کے کنگھوں سے اُدھیڑا گیا، جنھیں اپنے وطن تک کو خیرباد کہنا پڑا؟ اور کیا یہ بھی حقیقت نہیں ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے انھی مقدس ہستیوں کے بارے میں فرمایا کہ "یہی ہیں محسنین"، "یہی ہیں فلاح پانے والے"، "انھی پر انعام کیا گیا"، "یہی کامیاب ہوئے"۔

فلاح وخسران کا اپنا اپنا تصور ہے۔ گروہ، قبیلہ، علاقہ، وطن اور قوم کی بنیادوں پر سوچنے والوں کے نزدیک نفع اور نقصان کے پیمانے اور کامیابی و ناکامی کے معیارات بڑے ہی پست ہوتے ہیں۔ ان کی منفعت یہ ہے کہ معاشی و سیاسی قوت میں اضافہ کر لیا جائے۔ ان کے نزدیک فتح نام ہے دوسروں کو محکوم بنا لینے کا۔ وہ کامیابی اس کو سمجھتے ہیں کہ مسابقت کی دوڑ میں اوروں سے آگے نکل جائیں۔ لوٹ کھسوٹ، چالبازی، مکر و فریب اور سازشوں کے تانے بانے یہاں عین اخلاق ہیں۔ مسلّمہ قدروں اور حقیقتوں سے منحرف ہو جانا اُن کے لیے کوئی بُرائی نہیں۔ اصول اور ضابطے راہ میں حائل ہوں تو یہ انھیں بے دریغ پامال کر دینے

کو بھی بالکل جائز سمجھتے ہیں۔ دوستی، رواداری اور اتحاد کے نعرے لگا کر بھی درحقیقت یہ سب ایک دوسرے کے حریف ہوتے ہیں۔!

لیکن وہ افراد یا وہ جماعتیں جو نفسانیت اور گروہ بندی کے تصور سے خالی ہو کر "رضائے الٰہی" کو اپنا نصب العین کہیں، خدا کے منشاء کو جو اپنی مرضی بنالیں، حق پرستی جن کا شعار ہو، وحی الٰہی جن کا معیار ہو، اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے میں جو اپنی سلامتی سمجھیں، جن کے پیش نظر نوع انسانی کی بھلائی ہو جنہیں دلوں سے حسد و کینہ نکال کر اُن میں اخوت و محبت کی چاشنی پیدا کرنی مقصود ہو، جو نسل انسانی کے بکھرے ہوئے دانوں کو ایک تسبیح میں پرو دینے کے خواہاں ہوں، اُن کے نزدیک کامیابی اور ناکامی کا تصور بالکل ہی جدا ہوتا ہے۔ یہاں سود و زیاں کے کچھ دوسرے ہی پیمانے ہوں گے۔ مضرت و منفعت کی پڑتال کے لیے بھی کوئی اور ہی کسوٹی ملے گی۔

یہ ایک واضح سی بات ہے کہ مقصد کو پالینا اور منزل کو جالینا کامیابی کی علامت ہوتا ہے اور اس کے برعکس مقصد کو اوجھل کر دینا اور منزل سے دور ہو جانا ناکامی پر دلالت کرتا ہے۔ تھوڑا سا غور کرنے پر ہم یہ بھی جان لیں گے کہ مقاصد اور نصب العین کی مختلف نوعیتوں ہی کی رعایت سے کامیابی اور ناکامی کے تصورات کا بھی تعین ہوتا ہے۔ مقصد سطحی ہوا تو دنیا ہی دار الجزاء ہے اور دنیوی متاع کو حاصل کر لینا ہی کامرانی ہے۔ برعکس اس کے نصب العین اگر زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہو تو اس دنیا کی حیثیت محض امتحان گاہ کی رہ جاتی ہے۔ اور اس راہ میں جان و مال کی قربانی دینا ہی عین مطلوب ہوتا ہے۔ خواہشات اور تمنائیں اگر پست ہوں تو نفع اور نقصان کے پیمانے بھی حقیر ہوں گے۔ برخلاف اس کے اغراض و مقاصد جس قدر بلند ہوں گے فلاح و خسران کے تصورات بھی اسی قدر ارفع ہوں گے۔ یہ سوال ہی سرے سے غلط ہے کہ اگر تم حق کے داعی ہو تو دنیا تمہارے قبضے میں کیوں نہ آئی؟ خام خیالی ہو گی اگر دنیوی منفعت کی میزان میں حق و ناحق کو تولنے کی کوشش کی گئی۔ مطلوب اگر اپنا ہی غلبہ ہو تو بے شک مقابل کو چت کر دینا ہی مفید سمجھا جائے گا۔ لیکن مقصود اگر حق کا غلبہ ہو تو تختۂ دار کو بڑھ کر چوم لینا بھی سعادت ٹھہرے گا۔ شہرت کا حصول ہی اگر مرکزِ خیال بن جائے تو دروغ گوئی کے لبادے کو اوڑھ لینے میں بھی کوئی حقارت نہیں۔ لیکن مقصود اگر سچائی کا فروغ ہے تو زہر کا پیالہ پی جانے میں بھی کوئی کراہت نہیں۔ جدوجہد اگر حق کے لیے ہے تو یہ دنیا کامیابی ناکامی کا پیمانہ بن ہی نہیں سکتی۔ نادانی ہو گی اگر کوئی تگ و دو تو ایسے نصب العین کے لیے کرے جو لافانی ہو

اور اس کا صلہ پانے کی توقع اس دنیا سے رکھے جو فانی ہے۔

پس آج بھی اور آئندہ بھی جو لوگ طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزمائی کا حوصلہ اپنے اندر پاتے ہوں انہیں میدانِ کشمکش میں اُترنے سے پہلے فلاح و خُسران کے حقیقی مفہوم یا بالفاظِ دیگر اس تصوّر سے خوب اچھی طرح آگاہی حاصل کر لینی چاہیے جو خدا اور انبیاء کرام علیہم السّلام نے پیش کیا ہے۔

جان لینا چاہیے کہ عین ممکن ہے دنیا کی مسرتوں اور لذّتوں سے خدا کے باغی ہی لطف اندوز ہوتے رہیں لیکن رضائے الٰہی کے خواہشمندوں کے لیے یہ کوئی عجوبہ کی بات نہیں۔ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ۔ "زمین پر خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے"۔ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ "کافروں کے لیے تو دنیا کی زندگی بڑی محبوب و دلپسند بنا دی گئی ہے"۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ۔ لوگوں کی غلط فہمی کا عالم تو یہ ہے کہ وہ مرغوباتِ نفس، عورتوں، بچوں اور سونے چاندی کے ڈھیروں، مویشیوں اور کھیتوں ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں جبکہ حقیقت میں ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ "یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں"۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔ "اور دنیا کا سروسامان محض ایک دھوکا ہے"۔

ہوسکتا ہے کہ خدا کے صالح بندے دنیوی لحاظ سے تکالیف اور مشکلات میں گھرے ہوئے ہوں۔ مصائب کے پہاڑ اُن پر ٹوٹ رہے ہوں لیکن پرہیزگاروں کے لیے یہ بھی کوئی رنج و ملال کا موقع نہیں۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ "یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنہیں لوگوں کے درمیان گردش میں رکھا گیا ہے"۔ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا۔ "یقیناً متقیوں کے لیے کامرانی کا ایک مقام ہے"۔ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ۔ "ایسے خدا ترسوں کو تو ابدی زندگی نصیب ہوگی"۔ انصاف کا بھی تقاضا ہے کہ لازوال کام کے لیے محنت کرنے والوں کو صلہ بھی لازوال ہی عطا ہو۔ جَزَآؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا اَبَدًا۔ "ایسے لوگوں کے لیے تو اُن کے رب کے پاس دائمی قیام کی جنّتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے"۔

اور پھر سب سے بڑھ کر مومنوں کے اطمینان کے لیے تو یہی اطلاع کافی و شافی ہے کہ وہ جس راہ پر گامزن ہیں وہی حق کا راستہ ہے۔ اللہ نے انہیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہی کیا کم مسرت کا مقام ہے

کہ اگر وہ خدا سے راضی ہو گئے ہیں تو خدا خود بھی ان سے راضی ہو گیا ہے ـــــ یہی فلاح اور کس شئے کا نام ہے؟ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اگر رضائے الٰہی کا دعویٰ کیا ہے اور ابد الآباد کامرانی کے حاصل کر لینے کا شوق ہے تو قولی ہی نہیں عملی ثبوت بھی مہیا کرنے ہوں گے۔ قدم قدم پہ گواہی دینی پڑے گی ـــــ کیسی ہی قربانی کیوں نہ طلب کی جائے پیش کرنی ہوگی۔ چاہے وہ اپنے جگر گوشوں ہی کا معاملہ کیوں نہ ہو۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۔ "کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ کہ وہ بس اتنا کہنے ہی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کو آزمایا نہ جائے گا"۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰھَدُوْا مِنْکُمْ وَیَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ ۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون لوگ وہ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔

ممکن ہے اس ساری بحث کے بعد کسی کے ذہن میں یہ سوال کلبلائے کہ خدا پرستوں کے لیے دنیا کی نعمتوں میں کوئی حصہ بھی نہیں؟ تو ہم پورے دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ دنیا کی اس عارضی زندگی میں بھی سچی کامیابی انہی لوگوں کا حصہ ہے۔ دنیا کا عالم تو یہ ہے کہ آج اگر کسی منادی کرنے والے کی تنبیہ پہ ناک بھوں چڑھاتی ہے تو کل ٹھوکر کھا کے جب سنبھلتی ہے تب اسی کو اپنا ہمدرد اور محسن بھی کہتی ہے۔

تاریخ ہی سے شہادت لو۔ حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کے معرکے کا کیا نتیجہ برآمد ہوا ـــــ یہی ناکہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا اور نمرود کی فریب خوردہ آمریت کے پھریرے پھر بھی لہراتے رہے لیکن بعد میں دنیا ہی نے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ فلاح پا گئے اور نمرود خسارہ میں رہا۔ حضرت یحییٰؑ نے ساری زندگی شرم و حیا کی تعلیم و تلقین کی ـــــ کسی نے مان کر نہ دیا۔ رقاصہ کی فرمائش پہ آپ کا سر بھی قلم کر دیا گیا۔ مگر دھرتی نے حضرت یحییٰؑ ہی کو مصلح سمجھا اور رقاصہ اور اس کے ہم نشین ملعون ٹھہرائے گئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم ہی کی غمگساری تو کی تھی مگر ظالم اپنے ہی زعم میں آپ کو سُولی چڑھانے پر اُتر آئے۔ لیکن جب وقت کے دھارے نے رُخ پلٹا تو ساری دنیا ہی حضرت عیسیٰؑ کے گن گانے لگی۔

زمانہ گواہ ہے کہ انبیاءؑ، صدیقین، شہداء اور صالحین نے جس بات کا پیغام انسانیت کو دیا وہی دنیا کے نزدیک حق قرار پا گیا۔ جو سیرتیں پیش کیں قیامت تک کے لیے وہی پاکیزہ نمونہ بن گئیں جس کسوٹی سے

(باقی بر صفحہ ۴۰)

(بقیہ فلاح وخسران کا دینی تصوّر)

تم نیکی اور بدی میں تمیز کرتے ہو وہ انہی اللہ والوں کی تعلیم ہی کا تو دوسرا نام ہے۔!

اور دوسری طرف آثار وشواہد اس بات پر بھی گواہ ہیں کہ خدا کے منکروں نے اپنی زندگیوں میں کتنے ہی شیش محل کیوں نہ تعمیر کر لیے ہوں اور طاقت کے نشہ میں چور ہو کر اپنی ہی خدائی کے دعوے کیوں نہ کر بیٹھے ہوں لیکن آخر کار انجام ان کا بُرا ہی ہوا - آج وہی سب کے لیے باعثِ عبرت ہیں - اُذِلّہ کی مثال دینی ہو تو دنیا انہی کا نام پیش کرتی ہے!

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ